شاہ ولی اللہ اور مباحث علوم قرآنیہ (الفوز الکبیر کے تناظر میں)

محمد فاروق حیدر*

شاہ ولی اللہ (م-۱۱۷۶ھ) (۱) کا شماران مجددین امت میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے اپنے عہد میں تجدید دین اور اصلاح امت کا کارنامہ سرانجام دیا آپ کے تجدیدی کارناموں کا مرکز برصغیر رہا جہاں آپ کے عہد میں مسلمان سیاسی زوال اور فکری انتشار کا شکار تھے۔ شاہ صاحب کی ساری زندگی ان کے عقائد واعمال کی اصلاح اور دین کا صحیح فہم وشعور پیدا کرنے کی جدوجہد میں گزری۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے آپ نے کثیر التعداد کتب تالیف کیں۔

علامہ شبلی نعمانی نے شاہ صاحب سے متعلق تحریر فرمایا ہے۔

''ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انہی کے زمانہ میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل شروع ہوا۔ اس کے لحاظ سے یہ امید نہی رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل ودماغ پیدا ہوگا لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھلانا تھا کہ اخیر زمانے میں جب کہ اسلام کا نفس باز واپسیں تھا، شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی، رازی، ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے''۔ (۲)

شاہ صاحب کے تجدیدی کارناموں کی مختلف جہات میں سے اہم جہت فہم قرآن کا ابلاغ ہے۔ قرآن کی تبلیغ و اشاعت کے لیے آپ نے فارسی زبان کا انتخاب کیا کیونکہ فارسی برصغیر میں اس وقت سرکاری زبان کی حیثیت رکھتی تھی۔ لہٰذا آپ نے اس ضمن میں دو اہم کارنامے سرانجام دیئے۔ ایک کارنامہ تو قرآن مجید کے پیغام کو برصغیر میں عام کرنے کے غرض سے قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ ہے جس کا نام ''فتح الرحمٰن'' ہے۔ آپ کے اس ترجمہ کا اثر یہ ہوا کہ آپ کے دو صاحبزادوں نے بھی قرآن مجید کے اردو میں تراجم کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ خانوادہ شاہ ولی اللہ کا فیض ہے کہ برصغیر کی مختلف علاقائی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ آپ کا دوسرا بڑا کارنامہ قرآن مجید کی تفسیر کے اصول وضوابط پر مشتمل فارسی زبان میں آپ کی کتاب ''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر'' ہے۔ الفوز الکبیر برصغیر میں اصولی تفسیر پر پہلی کتاب ہے اور فارسی زبان میں بھی اس موضوع پر اس سے پہلے کوئی تحریر نہیں ملتی۔ کتاب مذکورہ کو اپنی غیر معمولی اہمیت کی وجہ سے عرب وعجم میں اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ عربی، اردو اور انگریزی زبان میں اس کا ترجمہ کیا گیا تا کہ فہم و تدبر قرآن کے اصولوں سے بحث کرنے والی اس کتاب سے عالمی سطح پر استفادہ کیا جا سکے۔ الفوز الکبیر کا مرکزی موضوع اصول تفسیر کا بیان ہے۔ اصولی تفسیر سے مراد وہ اصول وقواعد اور مناہج ہیں جن کی روشنی میں مراد الٰہی کو جاننے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور قرآن مجید سے مسائل کا استنباط کیا جاتا ہے۔

''اصول التفسیر: هی المقدمات والقواعد وا لمناهج التفسیریة التی تعین علی فهم

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

القرآن والا ستنباط منه.'' (۳)

قرآن مجید کی تفسیر کیسے کی جانی چاہیے کیا منہج اور طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ اور وہ کونسے اصول، قواعد وضوابط ہیں جن کا لحاظ رکھنا مفسر کے لیے ضروری ہوتا ہے عموماً ان جیسے سوالات کو اصول تفسیر میں زیر بحث لایا جاتا ہے۔

شاہ صاحب نے اپنی تالیف الفوز الکبیر کے سبب تالیف میں بیان کیا ہے:

''جب اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن فہمی کی توفیق بخشی تو میں نے چاہا کہ ایک مختصر سی کتاب میں بعض مفید نکات کی وضاحت کروں جن سے شائقین کو کتاب اللہ کے سمجھنے میں مدد ملے۔ چنانچہ میں یہ کتاب پیش کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا مہربانی سے مجھے امید ہے کہ صرف ان قواعد کو سمجھ لینے کے بعد علومِ قرآن کے طلبہ کے لئے قرآن کے سمجھنے کی ایک وسیع شاہراہ کھل جائے گی۔ جن شائقین نے تفاسیر کے مطالعے میں ایک مدّت صرف کی ہے، یا عرصے تک مفسّرین قرآن سے (جن کی تعداد اس زمانے میں بہت کم ہے) تفسیر پڑھتے رہے ہیں، وہ اس کتاب کی ترتیب وانضباط سے زیادہ مستفید ہو سکیں گے۔ میں نے اس کتاب کا نام الفوز الکبیر فی اصول التفسیر رکھا ہے۔'(۴)

قرآن مجید کے فہم وتدبر کے لیے ضروری ہے کہ تفسیر اصول وقواعد کی معرفت حاصل ہو اور شاہ صاحب کا دعویٰ ہے جو حقیقت پر مبنی ہے کہ انہوں نے اپنے اس مختصر رسالہ میں ایسے ایسے کلیات بیان کئے ہیں جن کی تفہیم سے کتاب اللہ کا گہرا فہم حاصل ہوتا ہے۔ الفوز الکبیر کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اس میں نزول قرآن کے مقاصد کا تعین کیا ہے اور قرآن مجید کو زندہ کتاب کی حیثیت سے پیش کرنے کی اہمیت پر زور دیا۔ عقائد باطلہ واعمال فاسدہ کی اصلاح وتہذیب کو قرآن مجید کا عمومی سبب نزول قرار دیتے ہوئے لکھا:

عام مفسرین نے ہر ایک آیت کو خواہ وہ مباحثہ کی ہو یا احکام کی کسی قصے کے ساتھ مربوط کیا ہے اور اس قصے کو اس آیت کے نازل ہونے کا سبب بتایا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نزول قرآن سے اصلی مقصد نفس انسانی کی تہذیب اور باطل عقائد کے سبب سے آیات مباحثہ نازل ہوئیں اور ان میں فاسد اعمال اور مظالم کی اصلاح کے لئے آیات احکام اتاری گئیں۔ اسی طرح آیات تذکیر کے نزول کا سبب عوام کو غفلت سے بیدار کرنے کے لئے ہے جن میں یا تو اللہ کی نعمتوں کا بیان کیا گیا ہے۔ یا عذاب وانقلاب کے تاریخی واقعات یاد دلائے گئے ہیں۔ یا موت اور اس کے بعد ہونے والے ہولناک واقعات کی وضاحت کی گئی ہے۔ جزئی واقعات کا جہاں بیان کیا گیا ہے وہ فی نفسہ مقصود نہیں ہیں۔ مگر صرف بعض آیتوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ یہ وہ آیتیں ہیں جو ان واقعات کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو آنحضرتﷺ کے زمانے میں یا اس سے کچھ پہلے واقع ہوئے۔ کیونکہ اس اشارے سے سننے والے کے دل میں انتظار کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ توجہ سے واقعہ کی تفصیل اس طرح کریں کہ جزئی واقعات کو بیان کرنے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ (۵)

شاہ صاحب نے الفوز الکبیر کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا پانچویں باب کو علیحدہ سے مستقل رسالہ کی حیثیت دی جس کا

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

نام فتح الخبیر رکھا اور یہ پانچواں باب آپ نے عربی زبان میں تالیف کیا جبکہ پہلے چار ابواب فارسی زبان میں ہیں۔

ماہرین علوم القرآن اور مفسرین نے قرآن مجید کے مضامین کو مختلف اقسام میں بیان کیا ہے۔علامہ زرکشی نے اس ضمن میں کئی اقوال نقل کئے ہیں جیسے بقول امام طبری قرآن مجید تین علوم پر مشتمل ہے توحید، اخبار اور دینی احکام۔(۶) جبکہ ابن عربی کے نزدیک قرآن مجید کو تین مرکزی علوم میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: توحید، تذکیر اور احکام۔(۷)

شاہ ولی اللہ نے قرآن مجید کے مضامین کو پانچ انواع میں تقسیم کیا۔علم مخاصمہ، علم احکام، علم تذکیر بالاء اللہ، علم تذکیر بایام اللہ اور علم تذکیر بالموت۔اگر مؤخرالذکر تینوں علوم کو علم تذکیر کا عنوان دیا جائے تو یہ بھی پانچ کی بجائے تین مرکزی مضامین بنتے ہیں۔شاہ صاحب نے قرآن مجید کے مضامین کی تقسیم بیان کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ان پانچوں مضامین کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور ان مضامین کے اسباب نزول کا تعین بھی فرمایا۔پہلا مضمون آیات مخاصمہ سے متعلق ہے جس میں عقائد باطلہ کا رد ہے ان آیات کے نزول کا بنیادی سبب عقائد کی تہذیب ہے دوسری قسم کی آیات، احکام سے متعلق ہیں جن کے نزول کا بنیادی سبب اعمال بد کی تہذیب ہے اور تیسری قسم کی آیات تذکیرات ثلاثہ سے متعلق ہیں جن کے نزول کا سبب انسان کو خواب غفلت سے بیدار کرنا ہے۔علوم قرآنیہ کی یہ تقسیم آپ کی اجتہادی بصیرت کی آئینہ دار ہے۔آپ نے نزول قرآن کے اسباب و مقاصد کی روشنی میں عصری مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن مجید کی تفسیر کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔علم مخاصمہ کے حوالے سے شاہ صاحب کی فکر کا جائزہ لیا جائے تو آپ نے چاروں گمراہ فرقوں یعنی مشرکین، یہود، نصاریٰ اور منافقین کی گمراہیوں کی نشاندہی میں اور ان کے ابطال میں قرآنی اسلوب کو واضح کیا اور ہر فرقہ سے بحث کرتے ہوئے ان کی گمراہی کو آج کے دور میں ثابت کر کے دکھایا جیسے مشرکین کی گمراہی سے متعلق آپ نے اس امر کی وضاحت یوں فرمائی:

اگر تم کو مشرکین کے ان عقائد و اعمال کو صحیح تسلیم کرنے میں تامل ہو تو اس زمانے میں تحریف کرنے والوں کو دیکھ لو۔ جو اسلامی ممالک میں رہتے ہیں۔یہ لوگ گزرے ہوئے اولیاء کی ولایت کو مانتے ہیں۔مگر اپنے زمانے کے اولیاء کے قائل نہیں۔قبروں اور آستانوں پر حاضری دیتے ہیں اور طرح طرح کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔غور کرو ان لوگوں میں تشبیہ اور تحریف نے کتنی جڑ پکڑ لی ہے! صحیح حدیث ہے: **لتتبعن سنن من قبلکم** (۸) (تم ضرور پیروی کرو گے اپنے اگلے طریقوں کی)۔ان آفتوں میں سے کوئی آفت ایسی نہیں ہے جس میں آج کوئی نہ کوئی مبتلا نہ ہو۔یا اس قسم کے عقیدے کا قائل نہ ہو۔(۹)

یہی معاملہ یہود کا بھی ہے کہ وہ خصائل آج بھی پائے جاتے ہیں اور آئندہ کے ادوار میں پائے جائیں گے ان سب کی نفی قرآن مجید کی ان آیات سے ہوگی جو آج سے چودہ سو سال پہلے نازل ہوئیں۔

اگر مسلمانوں میں یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہو تو ''علماء سوء'' کو دیکھ لو جو دنیا کے طالب ہیں، سلف کی تقلید کے عادی ہیں، کتاب و سنت سے منہ پھیر چکے ہیں، عالموں کے غور و فکر سے نکلی ہوئی غیر مستند باتوں پر قائم ہیں اور معصوم شارع (یعنی نبی ﷺ) کے کلام سے منحرف ہیں اور موضوع حدیثوں اور فاسد تاویلوں کو اپنا رہنما بنا رکھا ہے۔(۱۰)

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

مشرکین اور یہود کی طرح نصاریٰ کی صورت حال بھی مختلف نہیں ہے اس بارے لکھتے ہیں: اگر تم نصاریٰ کا نمونہ اپنی قوم میں دیکھنا چاہو تو آج اولیاء و مشائخ کی اولاد کو دیکھ لو کہ وہ اپنے آباؤ اجداد سے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں ان کی بزرگی و شان کس طرح بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ (۱۱)

گروہ منافقین کے خصائل واضح کرنے کے بعد آپ نے منافقین سے متعلقہ آیات کا اپنے دور پر اطلاق کرتے ہوئے واضح کیا کہ وہ آیات کس طرح اس دور کے منافقین پر صادق آتی ہیں۔

اگر تم منافقوں کے نمونے دیکھنا چاہو تو امراء کی مجلس میں چلے جاؤ اور ان کے مصاحبین کو دیکھو جو امراء کی مرضی کو شارع کی مرضی پر ترجیح دیتے ہیں۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ جس نے آنحضرت ﷺ کا ارشاد براہ راست سنا اور نفاق کا طریقہ اختیار کیا اس میں اور آجکل کے ان لوگوں میں کوئی فرق نہیں جو شارع کے احکام کو بطریق یقین جاننے کے باوجود اس کی مخالفت کرتے ہیں اسی طرح منطقی اور فلسفی لوگوں کی وہ جماعت بھی منافق ہے جن کے دلوں میں شکوک وشبہات ہیں حتیٰ کہ انہوں نے آخرت کے مسئلہ کو ہی ختم کر دیا ہے''۔ (۱۲)

چاروں گمراہ فرق سے مباحثہ ومخاصمہ کے بعد شاہ صاحب نے تنبیہ فرمائی کہ قرآن مجید میں جن فرق ضالہ سے خطاب کیا گیا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لئے ہر دور میں عبرت کا سامان موجود ہے۔

''جب تم قرآن پڑھو تو یہ خیال نہ کرو کہ مباحثہ ان لوگوں سے ہوا ہے جو گزر گئے بلکہ گزشتہ زمانے کی ''بلا'' کے نمونے آج بھی ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے ''ضرور تم اپنے سے اگلے طریقوں کی پیروی کرو گے''۔ پس مقصود اصلی ان مفاسد کے کلیات کا بیان ہے، واقعات بطور خاص مقصود نہیں۔ (۱۳)

دوران تفسیر آیات مخاصمہ کو صرف انہیں گروہوں کے ساتھ خاص نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ قرآن مجید نے ان کی جن جن گمراہوں کی نشاندہی کی وہ مسلمانوں میں جن مختلف راستوں سے بھی داخل ہو چکی ہوں ان کی تردید کے ساتھ ساتھ ان سے مکمل اجتناب اپنے اوپر لازم کرنا چاہیے تاکہ مسلمانوں کے عقائد واعمال میں کسی راہ سے بھی کوئی فساد واقع نہ ہو۔

قرآن مجید میں بیان کئے گئے قصص کے بارے میں شاہ صاحب نے واضح کیا کہ یہ محض قصے کہانیاں نہیں ہیں بلکہ ایک خاص مقصد کے تحت ان کو قرآن میں بیان کیا گیا ہے جس سے عبر ونصائح حاصل کرنے چاہئیں۔ لکھتے ہیں:

''ان تمام قصوں سے مقصود یہ نہیں ہے کہ گزشتہ واقعات کا علم ہو جائے بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ سننے والے کے ذہن میں شرک اور گناہوں کی برائی جم جائے اور یہ سمجھ لے کہ کفار پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا ہے اور مخلص بندے اس کی نصرت وحمایت سے مامون ومحفوظ رہتے ہیں۔'' (۱۴)

علوم پنجگانہ میں سے علم احکام کے بیان میں آپ نے ایک اصول کی وضاحت فرمائی کہ نبی کریمؐ کی آخری شریعت میں ملت ابراہیمی کے اکثر احکام شرعیہ کو باقی رکھا گیا البتہ ان میں جو خرافات پیدا ہو چکی تھیں ان کی اصلاح وترمیم فرما دی گئی۔ احکام کے مباحث کے سلسلے میں اصل الاصول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ملت ابراہیمی میں مبعوث ہوئے۔ اس لئے

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اس ملت کی شریعت کو باقی رکھنا ضروری تھا اس کے اہم مسائل کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہاں تعلیم، فرامین اور حدود و تعزیرات وغیرہ میں اضافہ ہوا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیّت یہ تھی کہ عربوں کو پاک کرے اور عرب سارے ملکوں کو پاک کریں، اس لئے یہ ضروری تھا کہ آپ (ﷺ) کی شریعت کا موادعربوں کے رسوم و عادات سے لیا جائے۔ اگر تم ملت ابراہیمی کے مجموعی قوانین پر غور کرو اور عربوں کی رسوم و عادات کا لحاظ رکھو، پھر آنحضرت ﷺ کی شریعت پر نظر کرو جو اصلاح و تکمیل کا درجہ رکھتی ہے، تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہر حکم کا کوئی سبب اور ہر امر و نہی سے کوئی خاص مصلحت ہے۔ (۱۵)

علوم خمسہ کے حوالے سے کچھ سوالات اٹھا کر شاہ صاحب نے ان کے جوابات بھی قلمبند کئے۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ علوم خمسہ کے مضامین کی تکرار بار بار قرآن عظیم میں کیوں کی گئی ہے؟ ایک ہی موقع پر ایک بات کو بیان کرنا کیوں کافی نہیں سمجھا گیا؟ اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ جو چیز مخاطب کو فائدہ دے سکتی ہے وہ دو قسم پر منقسم ہے۔ ایک تو یہ کہ مقصود صرف اس چیز کی تعلیم دینا ہو جسے مخاطب نہیں جانتا۔ اس صورت میں مخاطب کو پہلے سے علم نہ ہوگا اور اس کا ذہن اس کے ادراک سے خالی ہوگا جب وہ کلام سنے گا تب اسے ایک نامعلوم چیز معلوم ہو جائے گی۔ دوسری قسم یہ ہے کہ اس علم کی تصویر مخاطب کے دل پر اس طرح نقش کر دینا مقصود ہو کہ ہر وقت اس کے پیش نظر رہے، اس سے لطف اندوز ہوتا رہے، اس کے قلب و ادراک کی قوتیں اس علم میں مستغرق ہو جائیں، حتیٰ کہ اس علم کا رنگ تمام قوتوں پر غالب آ جائے۔ یہ ویسا ہی ہے جیسے ہم کسی شعر کو جس کے معنی ہمیں معلوم ہیں بار بار پڑھتے ہیں اور ہر بار لطف حاصل کرتے ہیں اور اس لطف و مزے کی خاطر مکرر سہ کرر پڑھتے جاتے ہیں۔ قرآن عظیم میں علوم خمسہ کی تعلیم کے لئے دونوں قسم کے طریقے برتے گئے ہیں۔ بے علم کے لئے "نامعلوم کی تعلیم" کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور جاننے والے (یا عالم) کو علوم یا "معلومات کی تکرار" کے ذریعے پورا پورا رنگ دینا مقصود ہے۔ (۱۶)

اس اصول کو بیان کرنے کے بعد آپ نے یہ سوال اٹھایا کہ قرآن مجید میں علوم خمسہ کو منتشر کیوں بیان کیا گیا ان میں ترتیب کا لحاظ کیوں نہیں رکھا گیا اس کے جواب میں شاہ صاحب نے وضاحت فرمائی:

"نزول قرآن سے پہلے عربوں کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی۔ نہ آسمانی کتاب تھی اور نہ کسی انسان کی تصنیف و تالیف، مضامین کی ترتیب سے جو مصنفین کی اختراع ہے عرب ناآشنا تھے۔ اگر تم کو اس میں شک ہو تو مخضر مین شعراء کے قصائد پڑھ لو۔ آنحضرت ﷺ کے مراسلات اور حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے مکتوبات کا مطالعہ کرلو۔ تم پر یہ بات واضح ہو جائے گی اگر قرآن مجید کی زبان اور اس کا اسلوب بیان عربوں کے موافق نہ ہوتا تو اسے سن کر وہ متحیر رہ جاتے اور ایسا کلام جس سے ان کے کان ناآشنا تھے سنتے تو ان کا ذہن پریشان ہو جاتا ہے۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ تعلیم سے صرف یہ مقصود نہیں ہے کہ نامعلوم کا علم ہو جائے۔ بلکہ یہ مقصد بھی ہے کہ وہ پیش نظر رہے اور تکرار سے اس میں پختگی ہو۔ یہ مقصد غیر مرتب صورت میں (یا منتشر آیات کے ذریعے) ہی پورا ہو سکتا ہے۔" (۱۷)

شاہ صاحب نے علوم خمسہ کو وجوہ اعجاز قرآن میں شامل کرتے ہوئے اس امر کی وضاحت فرمائی کہ یہ علوم خمسہ اس

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

پایہ کے علوم ہیں جن میں نفوس انسانی کی تہذیب کا مکمل سامان موجود ہے۔

قرآن کے معجزہ ہونے کے وجوہ میں ایک وجہ ایسی ہے جسے صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اسرار شریعت میں فکر و تدبر کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ علوم خمسہ خود دلالت کرتے ہیں اس امر پر کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی آدم کی ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی طبیب جب قانون کا مطالعہ کرتا ہے (جو بوعلی سینا کی مشہور کتاب ہے) اور اس میں امراض کے اسباب وعلامات اور دواؤں کے خواص کی تحقیق و تدقیق کے مباحث پڑھتا ہے، تو وہ یقین کر لیتا ہے کہ اس کتاب کا مؤلف فن طب میں کامل ہے۔ اسی طرح شریعتوں کے اسرار کا عالم جو یہ جانتا ہو کہ افراد انسانی کی تہذیب نفس کے لئے کن کن چیزوں کی ضرورت ہے، وہ ''علوم خمسہ'' میں غور وفکر کرے تو اس پر یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ علوم ایسے اعلیٰ درجے پر ہیں جن میں سے برتر کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے۔ (۱۸)

علوم خمسہ کی یہ تقسیم اور تفصیل جس انداز میں الفوز الکبیر میں بیان کی گئی کتب سابقہ میں اس کی مثال نہیں ملتی یہ شاہ صاحب کے قرآن مجید میں گہرے فہم وتدبر کا نتیجہ اور آپ کی اجتہادی کاوش کی عمدہ مثال ہے۔

الفوز الکبیر کا دوسرا اہم اور بنیادی موضوع وجوہ اخفائے قرآن ہے جس میں شاہ صاحب نے چار مرکزی انواع کو موضوع بحث بنایا۔ اخفاء کی وجوہ کے بیان سے پہلے آپ نے ان کے سبب سے متعلق لکھا ہے:

''جب صحابہ کا دور گزر گیا اور عجمیوں کی مداخلت سے پہلی زبان متروک ہوگئی تب بعض مقامات پر شارع کی مراد کو سمجھنا دشوار ہو گیا۔ اس لئے لغت اور علم نحو کی چھان بین کی حاجت ہوئی، سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا اور تفسیری کتب کی تصنیف کا آغاز ہوا۔ اس وجہ سے ہمیں لازم ہے کہ مشکل مقامات کا اجمالاً ذکر کر دیں۔'' (۱۹)

شاہ صاحب نے جن مباحث کو تفسیری مشکلات کے حل کے لئے جاننا ضروری قرار دیا ان میں غریب قرآن، سبب نزول، ناسخ ومنسوخ اور چوتھی بحث میں حذف، بدل، تقدیم وتاخیر، محکم ومتشابہ، تعریض وکنایہ اور مجاز عقلی شامل ہیں۔ شاہ صاحب کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے ان فنی مباحث کی تفصیلات سے احتراز برتتے ہوئے صرف ان اصولی باتوں پر اکتفا کیا ہے جو تفسیر کے دشوار اور مشکل مقامات کے حل کے لئے شاہ کلید کی حیثیت رکھتی ہیں۔

پہلی بحث غریب قرآن سے متعلق ہے۔ لفظ غریب کا مادہ ''غ ر ب'' ہے اس لفظ کے تحت لغات میں متعدد معانی درج ہیں تاہم جب یہ لفظ کلام کے لیے استعمال ہوتا ہے تو وہاں اس کے معانی اجنبی، غیر مانوس، خفی المراد، پوشیدہ، غیر واضح کلام کے ہوتے ہیں۔ (۲۰)

غریب قرآن قرآن مجید کے نامانوس الفاظ کا علم ہے۔ شاہ صاحب نے اس کا حل یہ بتایا ہے کہ اس لفظ کے معنی صحابہ، تابعین اور اہل معانی سے اخذ کئے جائیں۔ الفوز الکبیر کے باب چہارم میں ایک جگہ اس نکتہ کی وضاحت فرمائی کہ:

عربی زبان میں ایک کلمہ مختلف معانی کے لئے آتا ہے۔ عربوں کے استعمال کی پیروی میں اور مضمون سابق ولاحق کی مناسبت کو سمجھنے میں سب کی عقلیں یکساں نہیں ہوتیں اسی وجہ سے صحابہ اور تابعین کے اقوال میں اختلاف ہو گیا پس ایک

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

منصف مفسر کو چاہیے کہ وہ کسی نادر شرح کے دو پہلوؤں پر غور کرے۔

(i) استعمال عرب پر کہ اس اعتبار سے کون سی صورت زیادہ قوی ہے۔

(ii) مضمون سابق ولاحق کی مناسبت پر کہ کون سی جہت قابل ترجیح ہے۔ (۲۱)

قرآن مجید کے نادر الفاظ کی تفسیر میں شاہ صاحب نے روایت پر اعتماد کے طریقہ کو فوقیت اور ترجیح دی اس ضمن میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول اس روایت کو بہترین شرح قرار دیا جو ابن ابی طلحہ کے ذریعہ صحیح طور پر ہم تک پہنچی ہے اور غالباً امام بخاری نے بھی صحیح بخاری میں اسے صحیح مانا ہے۔ اس کے بعد ابن عباسؓ سے ضحاک کے ذریعے جو روایات ہیں پھر نافع بن الارزق کے سوالات پر ابن عباسؓ کے جوابات ہیں۔ ان تینوں ذرائع کا ذکر علامہ سیوطی نے اپنی کتاب الاتقان میں کیا ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے آئمہ تفسیر سے جو شرح نقل کی ہے اس کا مرتبہ ہے۔ پھر وہ شرحیں ہیں جو دوسرے مفسرین نے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین سے روایت کی ہیں۔ (۲۲)

شاہ صاحب نے اس بحث میں تفصیلات نقل نہیں کیں اور نہ ہی وہ روایات بیان کی ہیں بلکہ ان کی اسناد کی اہمیت اور درجات بیان کر کے اتقان کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کی تاکہ جو اس بحث میں تفصیل کا طالب ہو وہ علامہ سیوطی کی معروف کتاب الاتقان سے رجوع کرلے۔

دوسری اہم بحث قرآن مجید میں ناسخ ومنسوخ سے متعلق ہے۔ ناسخ ومنسوخ وہ علم ہے جس کو جانے بغیر تفسیر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے ماہرین علوم القرآن نے اس فن کی اہمیت میں لکھا ہے۔

"**لا یجوز لا حدان یفسر کتاب الله الا بعد ان یعرف منه الناسخ والمنسوخ.**" (۲۳)

شاہ صاحب نے اسی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی اس کتاب میں ناسخ ومنسوخ سے اصولی بحث کی اور متقدمین اور متاخرین کی اصطلاحات کے فرق کو واضح کیا تاکہ اس بحث میں کسی کو مغالطہ نہ ہو۔ آپ نے واضح کیا کہ متقدمین کے ہاں نسخ کی اصطلاح وسیع معانی میں استعمال ہوتی تھی جس میں عام اور خاص وغیرہ کو بھی شامل کرلیا جاتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ متقدمین کے نزدیک منسوخ آیات کی تعداد پانچ سو تک پہنچ گئی جبکہ متاخرین کے نزدیک یہ تعداد بہت قلیل ہے کیونکہ ان کے نزدیک نسخ میں ایک حکم کا بالکلیہ ختم ہونا مراد ہے۔

شاہ صاحب نے متقدمین اور متاخرین کے مابین اصلاح نسخ کے استعمال کی وضاحت فرمائی۔ متقدمین کے ہاں آیت کے اوصاف کا ازالہ میں سات صورتیں بیان کیں جن کو نسخ شمار کیا گیا۔

۱۔ مدت عمل کی انتہا ۲۔ کلام کو متبادر سے غیر متبادر معنی کی طرف پھیرنا۔ ۳۔ قید اتفاقی۔ ۴۔ عام کی تخصیص۔ ۵۔ قیاس فاسد ۶۔ زمانہ جاہلیت کی کسی عادت کا ازالہ۔ ۷۔ سابقہ شریعت کا ازالہ۔ (۲۴)

مذکورہ بالا تمام صورتوں کو متاخرین نے نسخ میں شامل نہیں کیا بلکہ ان کے نزدیک "**رفع الحکم الشرعی بدلیل شرعی متاخر**"۔ (۲۵) یعنی ایک حکم شرعی کو دوسری دلیل شرعی سے ختم کرنا نسخ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متاخرین کے نزدیک

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

منسوخ آیات کی تعداد بہت کم ہے۔علامہ سیوطی نے ۱۹ آیات کو منسوخ مانا۔(۲۶)

مذکورہ بحث میں شاہ صاحب نے منفرد انداز یہ اپنایا کہ علامہ سیوطی کے نزدیک منسوخ آیات کی توجیہہ کی اور صرف پانچ آیات کو منسوخ قرار دیا ہے۔

تیسری بحث اسباب نزول کی ہے اس ضمن میں بھی شاہ صاحب نے اس مشکل کی نشاندہی کی جو متقدمین کی تفاسیر میں روایات سبب نزول کو سمجھنے میں پیش آتی ہے۔آپ نے واضح کیا کہ اس بحث کا سارا اختلاف ایک اصطلاح نزلت فی کذا کو سمجھنے میں ہے۔

دشوار مقامات میں سے اسباب نزول کا مسئلہ بھی ہے۔اس کا سبب بھی متقدمین اور متاخرین کی اصطلاحات کا اختلاف ہے۔صحابہ اور تابعین کے بیانات سے جو نتیجہ نکالا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حضرات جہاں یہ کہتے ہیں: نزلت فی کذا (یعنی یہ آیت فلاں بارے میں نازل ہوئی) تو یہ کسی خاص واقعہ سے مخصوص نہیں ہوتا، جو آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانے میں ہوا اور نزول آیت کا سبب بنا۔ان حضرات کی یہ عادت تھی کہ وہ ایسے مواقع کا جو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں یا اس کے بعد آئے ہوں، ذکر کرتے تو کہہ دیا کرتے کہ یہ آیت ایسے موقع پر نازل ہوئی۔اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ آیت پوری طرح اسی واقعہ پر منطبق ہو، بلکہ اصل حکم پر منطبق ہونا چاہیے۔کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانے میں کوئی واقعہ ہوا اور صحابہ نے اس سے متعلق کچھ سوال کیا۔اس پر حضور (ﷺ) نے اس کا حکم کسی آیت سے اخذ فرما کر موقع پر تلاوت کردی۔ایسے واقعات کو بھی بیان کرتے وقت صحابہ نزلت فی کذا کہہ دیا کرتے۔اور کبھی کہتے فانزل اللہ قولہ کذا (یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم اس طرح نازل فرمایا) اس کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اس آیت سے استنباط اور اس وقت قلب مبارک پر جو کچھ القاء ہوا وہ بھی وحی اور نفث فی الروع کی ایک قسم ہے۔اس لئے ایسے موقع پر فانزلت (پس اتاری گئی) کہنا جائز ہے۔یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص اسے ''تکرار نزول'' سے تعبیر کر لے''۔ (۲۷)

اس بحث میں آپ نے اس امر کی وضاحت کی کہ ایک مفسر کو بلا ضرورت سبب نزول کی روایات کو نقل کرنے سے گریز کرنا چاہیے صرف دو صورتیں ہیں جن میں سبب نزول کی روایات کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوتا ہے۔لکھتے ہیں:

مفسر کے لیے دو باتیں ضروری ہیں ایک تو یہ کہ جن قصص و واقعات کے اشارے قرآنی آیات میں آتے ہیں ان کا علم ہو کیونکہ آیات کے اشارے کا سمجھنا واقعات کے علم کے بغیر ممکن نہیں۔دوسرے اسے قصے کے وہ اجزاء بھی جاننے چاہئیں جن سے تمام باتوں کی تخصیص ہوتی ہے یا کوئی اور فائدہ حاصل ہوتا ہے مثلاً کلام کو اس کے ظاہری معنی سے پھیرنے کے وجوہ کو جاننا کیونکہ اس کے بغیر آیات کے اصل مقصد کو سمجھنا ممکن نہیں۔ (۲۸)

شاہ صاحب کے نزدیک قرآن مجید کا عمومی سبب نزول عقائد باطلہ واعمال فاسدہ کی تہذیب واصلاح ہے۔لہٰذا ہر آیت کو سبب نزول کے ساتھ مخصوص کرنے کی بجائے دوران تفسیر عمومی سبب نزول کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔البتہ جن آیات میں قصص و واقعات کی طرف ایسے اشارات پائے جاتے ہوں جن کو سبب نزول کی روایات کو جانے بغیر سمجھا ہی نہ جا سکے

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

وہاں سببِ نزول کی روایات کو بیان کرنا ضروری ہے۔تینوں اہم مباحث کے بیان کے بعد بقیہ وجوہ اخفاء یعنی حذف، بدل اور تقدیم وتاخیر وغیرہ کو اختصار سے مع امثلہ بیان فرمایا۔

قرآن مجید کی ترتیب وتدوین کے حوالے سے آپ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن مجید عام کتب کی طرح نہیں ہے جن میں ابواب اور فصول وغیرہ کی تقسیم ہوتی ہے بلکہ قرآن مجید کا اپنا منفرد اسلوب ہے اس بارے لکھتے ہیں:

''قرآن مجید کو مکتوبات کا ایک مجموعہ سمجھنا چاہیے جس طرح ایک بادشاہ اپنی رعایا کو حسب اقتضائے حال کوئی فرمان لکھ بھیجتا ہے پھر کچھ دنوں کے بعد دوسرا فرمان، اس کے بعد کوئی اور فرمان۔علیٰ ھذا القیاس اس طرح بہت سے فرامین جمع ہوجاتے ہیں، تو کوئی شخص ان کا مجموعہ مرتب کردیتا ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ پر اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے حسب اقتضائے حال قرآن مجید کی سورتیں یکے بعد دیگرے نازل فرماتا رہا۔آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانے میں ہر ایک سورۃ محفوظ ومرتب تھی۔ساری سورتیں ایک جگہ جمع نہیں کی گئی تھیں۔حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں تمام سورتیں بہ ترتیب خاص ایک جلد میں جمع کردی گئیں اور اس مجموعہ کا نام مصحف رکھا گیا۔'' (۲۹)

قرآن مجید میں مکتوبات کے طرق کی جن مختلف جہات سے رعایت کی گئی ہے ان میں سے ایک مکتوبات کا آغاز ہے جس سے متعلق شاہ صاحب رقمطراز ہیں:

''بعض مکتوبات کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد سے کیا جاتا ہے بعض کی ابتداء غرضِ بیان سے کی جاتی ہے بعض کاتب یا مکتوب الیہ کے نام سے شروع کئے جاتے ہیں اور بعض رقعات بغیر عنوان کے ہوتے ہیں بعض طویل ہوتے ہیں اور بعض مختصر۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بعض سورتوں کو حمد یا تسبیح سے شروع کیا ہے بعض کو بیان غرض سے، جیسا کہ فرمایا:

﴿ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ﴾ (۳۰)

﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا﴾ (۳۱)

یہ آغاز اسی طرح کا ہے جس طرح دستاویزات میں لکھا جاتا ہے کہ: یہ تحریر ہے جس پر فلاں اور فلاں نے مصالحت کی۔یا یہ وہ تحریر ہے جس کی فلاں نے وصیت کی۔آنحضرت ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر لکھایا تھا:

''هـذا ما قـاضیٰ علیه محمد (صلی الله علیه وسلم) یعنی وہ تحریر ہے جس پر محمد (ﷺ) نے فیصلہ کیا۔'' (۳۲)

قرآن مجید کی بعض سورتیں مُرسِل اور مُرسَل الیہ کے ذکر سے شروع ہوتی ہیں۔مثلاً

﴿تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ﴾ (۳۳)،(۳۴)

آیات کی ہیت ترکیبی سے متعلق شاہ صاحب نے اس امر کی وضاحت کی۔''جس طرح قصائد ابیات پر مشتمل ہوتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کلام (اکثر سورتوں میں) آیات پر مشتمل ہوتا ہے۔مگر آیات وابیات میں فرق ہے۔یہ

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

دونوں اچھے لہجے میں سنائے جانے کے لائق ہوتی ہیں اور ان سے سننے اور سنانے والے حظ ولذت حاصل کرتے ہیں۔لیکن ابیات قواعد عروض وقوافی کی پابند ہوتی ہیں جنہیں خلیل نحوی نے مدون کیا ہے، اور جن کی پابندی عام شعراء کرتے ہیں۔اس کے مقابلے میں آیات کی بنیاد اجمالی وزن وقافیہ پر ہوتی ہے جو امر طبعی (یا امر فطری) سے بہت مشابہ ہے''۔(۳۵)

الفوز الکبیر کی ایک اہم بحث قرآن مجید سے احکام ومسائل کا استنباط ہے اس بحث کے مطالعہ سے شاہ صاحب کی روحانی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔آپ کو اللہ تعالی کی طرف سے استنباط کی دس اقسام الہام ہوئیں ان میں سے ایک اہم قسم فن توجیہہ ہے۔الفوز الکبیر میں اسی ایک قسم کو بمعہ امثلہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔توجیہہ کی حقیقت یہ ہے کہ اگر شارح کو مصنف کے کلام کے سمجھنے میں کسی دشواری پر رک جانا پڑے تو اس کو حل کر دے۔توجیہہ کی اس تعریف کے بعد علوم پنجگانہ میں اس کا اطلاق کیا گیا ہے۔شاہ صاحب کے نزدیک: آیات مباحثہ میں اچھی توجیہہ وہ ہے جس میں بحث وحجت کرنے والی جماعتوں کے طریقوں کا بیان ہو اور اس میں وجہ الزام کی صراحت کی گئی ہو۔آیاتِ احکام میں بہتر توجیہ وہ ہے جس میں مسائل کی مختلف صورتوں کی وضاحت کی گئی ہو۔اور قیود کے فوائد وغیرہ کا ذکر ہو۔تذکیر بالاء اللہی آیتوں میں بہتر توجیہہ وہ ہے جس میں اللہ کی نعمتوں کی تصویر کشی کی گئی ہو، اور ان کے چھوٹے یا جُزئی مقامات ظاہر کئے گئے ہوں۔اسی طرح تذکیر بایام اللہ کی آیتوں میں اچھی توجیہہ وہ ہے جس میں واقعات باہم مرتب ہوں، اور ان میں جو تعریض (یا اشارے) ہوں ان کی وضاحت کا حق بھی ادا ہو جائے۔موت اور اس کے بعد پیش آنے والے حالات سے متعلق آیات کی اچھی توجیہہ وہ ہے جس میں اس وقت کی تصویر کھینچی گئی ہو، اور متعلقہ حالات کی توضیح ہو۔(۳۶) اسی طرح شاہ صاحب نے فن تفسیر کے بقیہ مباحث میں بھی فن توجیہہ کا اطلاق کیا۔

شاہ صاحب نے تفسیری اختلافات کے حوالے سے اہم نکات بیان کئے ہیں۔اس بحث کے آغاز میں مفسرین کی مختلف جماعتوں کا تذکرہ کیا جنہوں نے اپنے اپنے مزاج اور ذوق کو ملحوظ رکھتے ہوئے مختلف جہات سے قرآن مجید کی تفسیر کی سعادت حاصل ہے۔جیسے محدثین، متکلمین، فقہاء واہل اصول، علماء نحو ولغت، ادباء، قراء اور صوفیا وغیرہ۔بعد ازاں فن تفسیر کی جامعیت ووسعت کے اسباب ونوعیت کو بیان کیا نیز فن تفسیر کی تمام انواع میں اپنے تبحر علمی کا خود اعتراف کیا:

الحاصل تفسیر کا میدان بہت وسیع ہے۔ہر شخص اپنے طور پر قرآن کے مطلب کو سمجھنا چاہتا ہے اور ہر شخص ایک خاص فن کی رو سے غور کرتا اور اپنی قوت فصاحت اور فہم کے مطابق گفتگو کرتا ہے اور اپنی جماعت کا نظریہ پیش نظر رکھتا ہے۔یہی وہ سبب ہے جس کی بنا پر فن تفسیر میں لامحدود وسعت ہو گئی اور اس پر اس کثرت سے کتابیں لکھی گئیں جن کا شمار ممکن نہیں۔ایک جماعت نے ان سب کو ایک جگہ جمع کرنے کا ارادہ کیا تو کبھی عربی میں کتاب لکھی اور کبھی فارسی میں۔یہ کتابیں اختصار اور اطناب کے لحاظ سے متفرق ہیں۔اس طرح علم کا دامن اور وسیع ہو گیا اللہ تعالی کا شکر ہے کہ اس کی توفیق سے فقیر کو ان تمام علوم میں مناسبت حاصل ہے۔میں نے علم تفسیر کے اکثر اصول وفروع کو سمجھ لیا ہے۔مجھے اس کے ہر مسئلے میں ایسی تحقیق وپختگی حاصل ہے جسے ''مذہبی اجتہاد'' کے مشابہ کہا جا سکتا ہے۔ (۳۷)

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

برصغیر میں اصول تفسیر پر فارسی زبان میں لکھی جانے والی پہلی تالیف الفوز الکبیر شاہ ولی اللہ کا عظیم تجدیدی کارنامہ ہے جس میں آپ نے قرآن مجید کے فہم وتدبر کے اصول بیان کئے اور روایتی طرز تفسیر میں جو جمود آ چکا تھا اس کو توڑا اور اس بات پر زور دیا کہ مقاصد قرآنی کو پیش نظر رکھتے ہوئے تفسیر کا حق ادا کیا جائے۔ آپ نے دوران تفسیر پیش آنے والی مشکلات کی نشاندہی کی اور انکا حل بھی پیش کیا گیا۔ ایجاز واختصار کے اسلوب کو اپناتے ہوئے کتاب میں علوم القرآن کے فنی مباحث کے اصول وکلیات کو انتہائی خوش اسلوبی سے بیان کیا۔ الفوز الکبیر سے پہلے اس موضوع پر جس قدر تالیفات موجود ہیں ان میں کوئی ایک کتاب ایسی نہیں ہے جس میں اس نوعیت کے قوعد وضوابط بیان کئے گئے ہوں اور بعد میں بھی اس موضوع پر جو تالیفات سامنے آئیں ان میں زیادہ تر اسی کتاب سے اخذ واکتساب کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ علوم القرآن پر لکھی جانے والی کئی ضخیم کتب سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

حواشی وحوالہ جات

۱۔ حالات زندگی کی تفصیل کے لیے دیکھئے، بخیری، محمد طاہر، نیل السائرین فی طبقات المفسرین، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۲۰۱۱ء، ص۴۴۴ تا ۴۴۸

۲۔ شبلی نعمانی، علم الکلام اور الکلام، کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۷۹ء، ص۸۷

۳۔ المنیع، ناصر بن محمد، معالم فی اصول التفسیر، ریاض، دارالصمیعی للنشر والتوزیع، ص ٦

۴۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، مترجم، محمد سلیم عبداللہ، کراچی، اردو اکیڈمی، ۱۹۶۰ء، ص۲۶

۵۔ الفوز الکبیر، ص۲۹، ۳۰

۶۔ زرکشی، بدرالدین، البرھان فی علوم القرآن، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۲۰۰۱ء، ۴۰/۱

۷۔ ایضاً، ۳۸/۱

۸۔ صحیح البخاری، کتاب الا عتصام بالکتاب و السنة، باب قول النبی ﷺ لتتبعن سنن من کان قبلکم، حدیث ٧٣٢٠

۹۔ الفوز الکبیر، ص۳۷

۱۰۔ ایضاً، ص۵۲

۱۱۔ ایضاً، ص۵۵

۱۲۔ ایضاً، ص۶۱

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ ایضاً، ص۶۸

۱۵۔ ایضاً، ص۶۹، ۷۰

۱۶۔ ایضاً، ص۱۸۰

۱۷۔ ایضاً، ص۱۸۲

۱۸۔ ایضاً، ص۱۸۷

۱۹۔ ایضاً، ص۷۳، ۷۴

۲۰۔ جرجانی، التعریفات، بیروت، دارالکتب العلمیه، ٢٠٠٢ء، ص ١٣٢؛ ابن منظور، لسان العرب، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ١٠/ ٢٦١

۲۱۔ الفوز الکبیر، ص۱۹۹

۲۲ ایضاً، ص۵۷

۲۳۔ زرکشی، البرھان فی علوم القرآن، ص ٣٤/٢؛ قیسی الایضاح الناسخ القرآن و منسوخه، جده، دارالمناره، ۱۹۸۶ء، ص۴۶

۲۴۔ ماخوذ، الفوز الکبیر، ص۷۷، ۷۸

شاطبی، الموافقات فی اصول الشریعة، بیروت، دارالکتب العلمیة، ١٤٢٣ھ، ٣/ ٥٢٠

۲۶۔ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۹۹۹ء، ۶۵۸/۱

۲۷۔ الفوز الکبیر، ص۹۶

۲۸۔ ایضاً، ص۹۸

۲۹۔ ایضاً، ص۱۵۹، ۱۶۰

۳۰۔ البقرہ۲:۱

۳۱۔ النور۲۴:۱

۳۲۔ الفوز الکبیر، ص۱۶۲

۳۳۔ احقاف۴۶:۲

۳۴۔ الفوز الکبیر، ص۱۶۲

۳۵۔ ایضاً، ص۱۶۷

۳۶۔ ایضاً، ص۲۰۷

۳۷۔ ایضاً، ص۱۸۹

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.